ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی

استاد، شعبہ اردو، جی سی یو نیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر غلام اکبر

استاد، شعبہ فارسی، جی سی یو نیورسٹی، فیصل آباد

جدید اُردو غزل کے پیش رو یگانہ چنگیزی کا فارسی رنگِ تغزل

Dr. Tariq Mehmood Hashmi

Assistant Professor, Department of Urdu, G.C University, Faisalabad.

Dr. Ghulam Akbar

Assistant Professor, Department of Persian, G.C University, Faisalabad.

Persian Poetry of Predecessor of Modern Urdu Ghazal Yas Yagan Changezi

"Yaas Yagana Changezi is an important figure of modern poetry whose impact on contemporary ghazal is multidimensional. He has also written Persian poetry. Although his ghazals are less in number but these are very much rich in content as well style. His creative work in this genre is important in context of Persian literary tradition in Sub-Continent".

Key words: *Modern, Multidimensional, Persian, Creative.*

اُردو غزل کے معاصر آہنگ اور لحن کی تشکیل میں مرزا یاس یگانہ چنگیزی کا اسلوب ایک بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔وہ ایسے شعرا میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے غزل کو مخصوص سوز و گداز اور گریہ و رِقّت سے نکال کر ایک پُراعتماد اور مردانہ گھن گرج سے معمور لحن عطا کیا۔یگانہ کی اس کاوش کے جدید غزل پر اثرات واضح ہیں اور اس بنا پر بعض شعرا نے خود کو سلسلہ یگانہ سے وابستہ کر کے تمکنت بھی محسوس کی۔افتخار عارف کے بقول:

غزل بعد از یگانہ سرخرو ہم سے رہے گی
مخاطب کوئی بھی ہو ، گفتگو ہم سے رہے گی
انیس ، آتش ، یگانہ ، محرمانِ عالمِ حرف
اور اب اس سلسلے کی آبرو ہم سے رہے گی[۱]

جدّت کی طرف پیش قدمی کرنے والے بعض اہلِ فن کے ساتھ یہ نفسیاتی مسئلہ رہا ہے کہ وہ روایت کی نفی کرتے ہوئے ماضی کے فکری و فنی سرمائے کو رد کر دیتے ہیں۔یہ ایسا رویہ ہے جو ایک بڑی ادبی گمراہی کو جنم دیتا ہے۔یاس یگانہ چنگیزی کے سلسلے میں یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ وہ جدید لب ولہجے کے باوجود اُردو شاعری کی روایت کا شعور بھی رکھتے تھے اور اُن اسلوبیاتی قرینوں کا برتاؤ بھی جانتے تھے جن کے سوتے فارسی شعری روایت سے پھوٹتے تھے۔

یگانہ کی فارسی غزل کا اثاثہ اردو کلام کی نسبت بہت کم ہے لیکن اُن کی درجن بھر غزلیں اور کم و بیش اتنی ہی تعداد میں رباعیات ہیں لیکن اِن کا فکری و اسلوبی جائزہ لیا جائے تو یہ اپنے باطن میں شعری روایت کے شعور کے ساتھ ساتھ، اسلوب و آہنگ کے لحاظ سے بھی کمالِ فن کے آثار رکھتی ہیں۔اُن کی فارسی غزل کے اسلوبی اوصاف دیکھے جائیں تو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ:

> ”یگانہ کی غزلیں خیال بندی، دوراز کار تشبیہات، تراکیب کی غرابت اور ژولیدگی سے پاک ہیں اور اُن میں فنی پختگی کے لوازمات موجود ہیں۔اُن کی غزلوں میں شاقی، پختہ کاری اور ہنرمندی دکھائی دیتی ہے۔یگانہ کی مخصوص جودت فکر، خود آگہی، بشاشت اور حوصلے کا اظہار بھی اُن کی فارسی غزل میں بار بار ہوتا ہے۔“[۲]

یگانہ کی غزلیں اُن کے دوسرے مجموعہ کلام ”آیاتِ وجدانی“ میں شائع ہوئیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔من کہ بر نمی تابم دردِ زیستن تنہا
۲۔وائے نادانی کہ داری گوش بر دیوارِ ما
۳۔خود پرستانِ ازل دارند ایمانے دگر
۴۔شاہد نادیدہ را آثار نتواں یافتن
۵۔منم کہ آئنہ حق نما برائے خودم
۶۔ترک گفتن بہ خیالِ خام را
۷۔اضطرابِ بال و پر ، پروانہ وارم دادہ اَند

۸۔نیشِ دردو نوشِ درماں برنتابد ہر دلے

۹۔نو گرفتارم بزندانِ ہوس بے اختیار

۱۰۔خمارِ دیدہ غفلت مآب از من پُرس

۱۱۔دلِ خود را کہ پشیماں نتوانم دیدن

۱۲۔وقت خوش باشمع بے پروانہ دارم دیدنی

یگانہ کی فارسی غزل اپنے اندر فنی شعور کا کیسا استحکام رکھتی ہے، اس سلسلے میں فراق گورکھپوری کی یہ رائے قابلِ لحاظ ہے ، جس میں نہ صرف یگانہ کو سراہا گیا ہے بلکہ یہ ظاہرہوتا ہے کہ ایک غزل ، فراق ایسے شاعر کے لاشعور میں کس طرح سرایت کر گئی اور یہ انجذاب کتنے برس بعد عملی طور پر کیسا تخلیقی اثر لایا۔وہ لکھتے ہیں:

> ”آج سے کوئی پینتالیس برس پہلے کی بات ہے۔الہٰ آباد کے ایک مشاعرے میں میرزا یگانہ نے اپنی تازہ ترین فارسی غزل سنائی جس کی شہرت اب تک اُردو دنیا کے خاص خاص حلقوں میں ہے۔اس زمین یا اسی بحر میں قافیہ بدل کر صرفِ ”تنہا کی ردیف کے ساتھ ہندوستان، پاکستان میں کئی اُردو غزلیں کہی گئیں مگر اُنہیں میرزا یگانہ کی غزل کی مقبولیت نصیب نہیں ہوئی۔میرا دل بھی اسی زمیں میں غزل کہنے کو برسوں سے چاہ رہا تھا۔آج ۵۴ برس بعد یہ تمنا پوری ہوئی۔“[۳]

یگانہ کی فارسی غزل کا اوّلیں قابلِ ذکر وصف دانش و بینش کا وہ عنصر ہے جو فارسی غزل کی روایت کا حصہ ہے۔حکیم سنائی غزنوی سے بیدل تک فارسی غزل کے فکری اثاثے کو دیکھا جائے تو شعرا کی جمالیات میں کسی ایسے نکتے کا بیان ایک جزوِلازم رہا ہے ، جس میں کوئی دانشورانہ آگاہی موجود ہوتی ہے۔یہی وہ وصف ہے ، جس کی بنیاد پر شاعری کو فلسفے اور حکمت سے بڑھ کر قرار دیا جاتا ہے۔

شعر میں دانش و بینش کا اظہار فلسفیانہ پیرائے سے بہت حد تک مختلف ہوتا ہے کہ شاعر محض فکر کے اظہار کو اہم نہیں سمجھتا بلکہ حسنِ اظہار کو بھی اپنی ترجیحات میں شامل رکھتا ہے، یوں شعر کا جمالیاتی پیکر ٹھوس افکار کے اندر ایسی اسلوبیاتی نرماہٹ پیدا کرتا ہے کہ کوئی فکری نکتہ مخاطب کے ذہن پر بوجھل پن کا احساس پیدا نہیں ہونے دیتا۔

یگانہ کی فارسی غزل میں یہ وصف بطورِ خاص نمایاں ہے کہ وہ اپنے اشعار میں کسی نکتہ دانش کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی شعریت، اُسے ایک جمالیاتی لحن عطا کرتی ہے۔

ہر کس و ناکس بہ طوفانِ حوادث مبتلا
موجِ دریا بے قرار و خار و خس بے اختیار(۴)

پاسبانی از نگاہِ نارسا ناید درست
بوئے یوسف را مہّیا کن نگہبانے دگر(۵)

می دہد ہر منزلِ نو شوقِ پروازِ دگر
در پۓ عنقا فریبِ خوشگوارم دادہ اند

از فضائے عالمِ بالا فتادم سرنگوں
سوئے پستی لغزشِ بے اختیارم دادہ اند(۶)

فارسی رنگ تغزل کے تناظر میں یگانہ کا شعری شعور سوزوگداز کی اُس روایت کا بھی پاسدار ہے جو صوفیانہ مضامین کے باعث پروان چڑھی۔شاہد حقیقی کی تلاش اور اُس کے آثار کی مختلف مظاہر کائنات میں جستجو کا فلسفیانہ تفکر اُن کے شعروں میں ایک خاص کیفیتِ گداز پیدا کرتا ہے۔

شاہدِ نادیدہ را آثار نتواں یافتن
دسترس بر پردہ اسرار نتواں یافتن

چارہ ہر دردِ سراز دردِ دل فرمودندہ اند
وائے بردردے کہ دربازار نتواں یافتن

ہر گل و بلبل چہ گوید از فریبِ رنگ و بو
ہر کسے را ہم زبانِ خار نتواں یافتن(۷)

کلامِ یگانہ میں فارسی کی شعری روایت کا شعور بعض اور حوالوں سے بھی واضح ہے۔یہ شعور تخلیقی سطح پر بھی ہے اور اس کے پس منظر میں باقاعدہ علمی اکتساب بھی شامل ہے۔مرزا یگانہ نے درسیاتِ فارسی کی تکمیل مولانا سعید حسرت عظیم آبادی کے مدرسے میں کی۔(۸)

فارسی شعری روایت سے استفادہ کرتے ہوئے کلاسیکی شعرا کی زمینوں میں یاس یگانہ چنگیزی کی بعض تخلیقی کاوشیں بڑی آبدار ہیں۔اس سلسلے میں درج ذیل غزلیں لائقِ توجہ ہیں جو بالترتیب حافظ شیرازی اور خاقانی کی زمینوں میں ہیں:

ترک گفتن بہ خیالِ خام را
دامنِ آغازِ بے انجام را[9]
نیشِ درد و نوشِ درماں برنتاند ہر دلے
زیست مشکل ، مرگ آساں برنتاند ہر دلے[10]

ابواللیث صدیقی نے لکھا ہے کہ "اردو سے قطع نظر فارسی میں یاس کا کلام مرزا غالب سے بہت قریب آجاتا ہے۔"[11] لیکن یہ قربت کسی تاثر کی بنیاد پر نہیں بلکہ اُس باغیانہ رویے کے اشتراک کے باعث ہے جو دونوں تخلیق کاروں کے مزاج میں پائی جاتی ہے۔

یگانہ کا غالب سے معاملہ محض کسی ادبی چشمک کی بنا پر مبنی تھا کہ دو اَناوں کا تصادم بھی تھا۔ تہذیبی اقدار کی نفی کا احساس جس طرح غالب کے ہاں پختہ تھا، یگانہ کے مزاج میں بھی اتنا ہی مستحکم دکھائی دیتا ہے۔ یہ الگ بات کہ غالب نے اپنی عملی زندگی میں تہذیبی نفی کو وہ اہمیت نہیں دی جو یگانہ کے اسلوبِ حیات میں نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے بعض نہایت تلخ تجربات کا بھی انھیں سامنا کرنا پڑا، لیکن یہ اُن کی حوصلہ مندی تھی کہ وہ شکست پہ شکست کے باوجود "زمانہ مردہ پرست کی الٹی َمت" کے خلاف ڈٹے رہے۔

یگانہ کا فارسی کلام اُن کی بغاوت کا بھی ترجمان ہے اور اُس شکست کے احساس کا بھی عکاس ہے جو انھیں عمر بھر تہذیبی جنگ کے نتیجے میں بار بار اٹھانا پڑی۔ سلیم احمد نے اس تناظر میں بڑی پتے کی بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "یگانہ صاحب کی بغاوت کی تمام منزلوں کی ترجمانی مکمل نہ ہوتی اگر ہمیں اُن کے کلام میں اُس شکست کی عکاسی نہ ملتی جو اُس باغیانہ دوڑ دھوپ کے نتیجے کے طور پر فرد کو حاصل ہوتی ہے۔ فرد اپنے ماحول سے بغاوت کر کے اُس کی تمام اقدار کو توڑ پھوڑ سکتا ہے ، مگر خود بھی تھکن اور اضمحلال کے اثرات سے بچ نہیں سکتا۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں فن کار زندگی کے ابتدائی تعلقات کی طرف رجوع کرتا ہے۔۔۔ یگانہ اس منزل تک نہیں پہنچتے ہیں۔ وہ تھکن اور اضمحلال کو تو محسوس کرتے ہیں مگر اپنی خود پرستی کے اس مغالطے سے جو اُن کے ذہنی سفر کے لیے ابتدا میں تو ضروری تھا لیکن جسے اس منزل پر آکر حقیقت کے ایک نئے تصور سے ٹکرا کر اس لیے ٹوٹ جانا چاہیے تھا کہ واقعی اُن کا نیا "جہانِ انداز" پیدا ہو سکے۔"[12]

یگانہ نے خود پرستی کا اظہار تخلیقی پیرائے میں کیا۔ یہ خود پرستی بظاہر ایک فرد کی خود پرستی دکھائی دیتی ہے لیکن فی الاصل یہ اس فردِ نو کا استعارہ ہے، جس کا خواب ہر زمانے کے تخلیق کاروں نے دیکھا۔ وہ فردِ

نو جو اپنے عہد کی اقدار پیوست اور پارینگی کو اپنے باطن میں پوری طرح محسوس کرتا ہے اور دنیا کو آزادی کی ایک نئی منزل کی طرف گامزن کرنے کے لیے خوابِ عظیم دکھاتا ہے۔یگانہ اس فرد کی تصویر کشی کس پیرائے میں کرتے ہیں اس کی ایک مثال اُن کی یہ غزل ہے۔

منم کہ آئنہ حق نما براے خودم
منم کہ مشتریِ جنس بے بہاے خودم
منم کہ چارہ گرو درد آشناے خودم
منم کہ دردِ خدادادم و دواے خودم
منم کہ سر نمی آرم بہ سجدہ ناحق
منم کہ در رہِ حق محوِ نقشِ پاے خودم
منم کہ منتظرِ انقلاب می باشم
منم کہ سلسلہ جنبانِ غم براے خودم
منم کہ منزلِ مقصود زیرِ پا دارم
شکستہ پایم و تاہم بہ مدعاے خودم
قدم ز غم کدہ خود چہ می نہم بیروں
گداے خاک نشینم ولے گداے خودم (۱۳)

یگانہ کی فارسی غزل کی معنوی جہات کو بعض دیگر زاویوں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔اس مختصر مطالعے میں اُن کے نمایاں رجحانات کا احاطہ کیا گیا ہے۔تاہم اپنے فکری اوصاف کے لحاظ سے اُن کی فارسی غزل کے باطن میں یگانہ کے مزاج اور افتادِ طبع کی وہ تمثالیں بڑی واضح ہیں ، جو اُن کی اُردو غزل کے وسیع تر سرمائے میں نظر آتی ہیں۔بلکہ بعض اشعار میں ان کا عکس قدرے مزید شوخ ہے اور یگانہ کا بیان زیادہ زور دار ہے۔اردو غزل میں یگانہ بعض مضامین کو بیان کرتے ہوئے اپنی رنجش کو جن الفاظ کا روپ دیتے ہیں، اُن میں لکھنوی محاورہ نمایاں ہے لیکن وہی مضامین جب فارسی کا پیکر اختیار کرتے ہیں تو پُرشکوہ اسلوب کے باعث ایک خاص ترفع کا عنصر اُبھرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ افتخار عارف، حرف باریاب، ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۶، ص ۹۸
۲۔ ڈاکٹر نجیب جمال، یگانہ_تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، اظہار سنز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص۲۴۶_۲۴۳

۳۔ فراق گورکھپوری، ماہنامہ "آج کل" دہلی جون ۱۹۶۸ء، ص۳

فراق نے یگانہ کی مذکورہ زمین میں جو فارسی اور اردوغزلیں کہیں'ان کے چند اشعار پیش ہیں۔ اردو غزل کے بعض اشعارفارسی غزل ہی کا ترجمہ ہیں، جبکہ فارسی غزل بعض مصرعے اپنی اصل حالت ہی استعمال کر دیے گئے ہیں :

من چگو نہ بر تابم جلوہ چمن تنہا   بوئے یاسمن تنہا رنگِ نسترن تنہا
دہر را مقدر شد سوز و ساز تنہائی   ساز ایں و آں تنہا سوز ما و من تنہا
رنگ رنگ در عالم سوز دردِ تنہائی   حسنِ خندہ زن تنہا عشق نالہ زن تنہا
عاشقاں و محبوباں ہر شب انجمن سازند   شمعِ مرا ہر شب کارِ سوختن تنہا
کاش ہمنوا کردم میرزا یگانہ را   من نمی تواں برداشت بارِ فکر و فن تنہا
من فراق می شنوم سرمدی نوا ہا را   در فضائے بے پایاں عشق نغمہ زن تنہا

-------☆----☆-------

جب بھی غور سے دیکھا تھی ہر انجمن تنہا   ساز ایں و آں تنہا سازِ ما و من تنہا
رنگ اور بے رنگی شادی و محن تنہا   رونق اور ویرانی باغ اور بن تنہا
شب کی کیا ضرورت تھی اہلِ دل کو دنیا میں   تیرگی کو کافی تھی زلفِ پُر شکن تنہا
کاش یہ غزل سنتے میرزا یگانہ بھی   مجھ سے اٹھ نہیں سکتا بارِ فکر و فن تنہا
میں فراق سنتا ہوں سرمدی نواوں کو   بیکراں فضاوں میں دل ہے نغمہ زن تنہا
بزم میں بلاتے ہو اُس فراق کو جس نے   عمر بھر پیا غم کا بادہ کہن تنہا

۴۔ میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی، کلیاتِ یگانہ، مرتب مشفق خواجہ ،اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۱۵ء، ص۴۲۰

۵۔ ایضاً، ص۲۵۶

۶۔ ایضاً، ص۳۰۵

۷۔ ایضاً، ص۲۶۵

۸۔ ڈاکٹر محمود الرحمن، یگانہ چنگیزی_ ایک مطالعہ، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص۱۰

۹۔ کلیاتِ یگانہ، ص۲۸۵

حافظ کی مذکورہ غزل کا مطلع ہے:

ساقیا برخیز ودردہ جام را
خاک بر سر کن غمِ ایام را

(حافظ شیرازی، دیوان حافظ شیرازی، اشارات گنجینہ، تہران، ۱۳۸۸، چاپ ہشتم، ص۸)
اپنی غزل کے مقطع میں یگانہ نے مطلع کے مصرعہ ثانی پر گرہ لگائی ہے:
یاس دردارالامان بے دلی
"خاک بر سر کن غمِ ایام را"

۱۰۔ ایضاً، ص۳۲۱
خاقانی کی غزل کا مطلع یوں ہے:
ناز جنگ آمیز جاناں بر نتابد ہر دلے
سازِ وصل و سوزِ ہجراں بر نتابد ہر دلے
(خاقانی شروانی، دیوانِ خاقانی، بہ تصحیح وتحشیہ وتعلیقات ، علی عبد الرسولی، شرکت چاپ خانہ سعادت،۱۳۱۶ ، ص۸۸۰)
یگانہ نے خاقانی کی غزل کے کسی مصرعے پر گرہ نہیں لگائی۔اس سلسلے میں کلیات یگانہ کے مرتب مشفق خواجہ اس غزل کے حاشیے میں رقم طراز ہیں کہ یگانہ نے بیاض ا میں غزل سے پہلے خاقانی کا یہ مصرعہ لکھا ہے:
دستخوں ماندن بہ پایاں بر نتابد ہر دلے(کلیات یگانہ، ص ۷۴۱)

۱۱۔ ابواللیث صدیقی، لکھنوکا دبستانِ شاعری، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص

۱۲۔ سلیم احمد، مضامین سلیم احمد، اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص۳۶۸

۱۳۔ کلیاتِ یگانہ، ص:۶۷۲